محسن انسانیت

صلی اللہ علیہ وسلم

مخالفتوں کے طوفان سے گذرتے ہوئے

تعارف

شخصیت

ایک نظر میں!

واذ انظرت الی اسرۃ وجھہ

برقت کبرق العارض المتھلل۔

صفحہ نمبر: 194 Source: www.prophetmuhammadforall.org

......ابوکبیر ہذلی

جب میں نے اس کے روئے تاباں پر نگاہ ڈالی،

تو اس کی شان رخشندگی ایسی تھی جیسے کہ

کسی لکۂ ابر میں بجلی کوندرہی ہو! (رنگ تغزل سے مملو یہ شعر دور جاہلیت کے ایک مشہور شاعر ہذلی کا کہا ہوا ہے، اور حضرت عائشہؓ نے بے تکلفی کے ایک موقع پر بڑے لطیف انداز سے حضورؐ کو اس کا مصداق ٹھہرایا)۔

''یہ چہرہ

ایک جھوٹے آدمی

کا چہرہ

نہیں

ہو سکتا''۔

☆ کندھوں کا درمیانی حصہ پر گوشت''۔ (حضرت علیؓ)

بازو اور ہاتھ......

☆ ''کلائیاں دراز ...... ہتھیلیاں فراخ ...... انگلیاں موزوں حد تک دراز''۔ (ہند بن ابی ہالہؓ)

☆ ''ریشم کا دبیز یا باریک کوئی کپڑا یا کوئی اور چیز ایسی نہیں ہے جسے میں نے چھوا ہو اور وہ حضورؐ کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم و گداز ہو''۔ (حضرت انسؓ)

قدم......

☆ ''پنڈلیاں پر گوشت نہ تھیں ...... ہلکی ہلکی سی ہوئی''۔ (جابر بن سمرہؓ)

☆ ''ہتھیلیاں اور پاؤں پر گوشت ...... تلوے قدرے

......عبداللہ بن سلام

ایک جھلک (دوسری کتابیں بھی سامنے ہیں لیکن اس موضوع کے لئے مؤلف زیادہ تر شمائل ترمذی کا منت کش رہا۔

دنیا میں عظیم کارنامے انجام دینے والی ہستیاں (خصوصاً انبیاء) ہمیشہ غیر معمولی درجے کی شخصیتوں سے آراستہ ہوتی ہیں۔ اصلاح کے کام، تحریکوں کی رہنمائی، تہذیبوں کی تعمیر نو کرنے والوں کی اصل قوت ان کی شخصیت ہی ہوتی ہے جو خاص طرح کے افکار سے مختص ہے۔ سیرت پاک کے مطالعہ کی ایک غایت یہ بھی ہے کہ محسنِ انسانیت کی شخصیت کو سمجھا جائے۔

کسی بھی شخصیت کو سمجھنے میں اس کی وجاہت بہت بڑی مدد دیتی ہے۔ آدمی کا سراپا، اس کے بدن کی ساخت، اس کے اعضاء کا تناسب خاص، اس کے ذہنی، اخلاقی اور جذباتی مرتبے کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ خصوصاً چہرہ ایک ایسا قرطاس ہوتا ہے جس

پر انسانی کردار، اور کارناموں کی ساری داستان لکھی ہوتی ہے اور اس پر ایک نظر ڈالتے ہی ہم کسی کے مقام کا تصور کر سکتے ہیں

ہم بعد کے لوگوں کی یہ کوتاہی قسمت ہے کہ دنیا کے سب سے بڑے انسان کا روئے زیبا ہمارے سامنے نہیں ہے اور نہ ہم عالم واقعہ میں سر کی آنکھوں سے زیارت کا شرف حاصل کر سکتے ہیں۔ ہم حضورؐ کے حسن و جمال کی جو کچھ بھی جھلک سکتے ہیں وہ حضورؐ کے پیغام اور کارنامے کے آئینے ہی میں پا سکتے ہیں

حضورؐ کی کوئی حقیقی شبیہ یا تصور موجود نہیں ہے۔ خود ہی حضورؐ نے امت کو اس سے باز رکھا کیونکہ تصویر کا فتنہ شرک سے ورے ورے نہ رک سکتا۔ حضورؐ کی اگر کوئی تصویر موجود ہوتی تو نہ جانے اس کے ساتھ کیا کیا کرامات اور اعجاز منسوب ہو جاتے اور اس کے اعزاز کے لئے کیسی کیسی رسمیں اور تقریبیں نمودار ہو چکی ہوتیں بلکہ بعید نہ تھا کہ اس کی پرستش ہونے لگتی۔ یورپ

میں حضورؐ کی فرضی تصاویر بنائی جا رہی ہیں۔ لیکن کونسا آرٹسٹ ایسا ہے کہ جو حضورؐ کے عالم خیال اور کردار کا شوشہ بہ شوشہ کامل اور جامع تصور رکھتا ہو اور پھر اس تصور کو لکیروں اور رنگوں میں پوری طرح جلوہ گر کر سکے۔ فرضی تصویریں جو کچھ بھی بنتی ہیں وہ اس مخصوص پیکر کی نہیں ہوتیں جس کا اسم مبارک محمدؐ تھا۔ بلکہ کسی موہوم وجود کا خاکہ گھڑ کر اس کو حضورؐ کا نام دے دیا جاتا ہے۔ معاملہ دیانت کے تابع بھی نہیں رہتا، بلکہ دانستہ ایسی تصویریں پیش کی جاتی ہیں جن سے ایک کمزور اور ناقص شخصیت کا تصور پیدا ہو۔ ان تصاویر کے لئے رنگ انہی متعصبانہ تصانیف اور تذکروں سے لیا جاتا ہے جو عناد اور کج فہمی اور حقیقت ناشناسی کی مظہر ہیں۔ انبیاء اور صلحاء کی فرضی تصاویر بنانے یا ان کے کردار ڈراموں میں لانے سے نقصان یہی ہے کہ ان کے اصل کردار ان پردوں کے پیچھے بالکل گم ہو کے نہ رہ جائیں۔

لیکن حضورؐ کے صحابیوں نے کم سے کم پردۂ الفاظ میں

حضورؐ کی شبیہ کو مرتب کر دیا ہے اور اسے محفوظ حالت میں اصحاب روایت نے ہم نے پہنچا دیا ہے۔ یہاں ہم اس لفظی شبیہ کو پیش کرتے ہیں تا کہ قارئین حضورؐ کے کردار کا مطالعہ کرنے سے پہلے اس عظیم انسان کی ایک جھلک دیکھ لیں۔ یہ گویا ایک نوع کی ملاقات ہے،...... ایک تعارف !!

حضورؐ کے چہرۂ اقدس، قد و قامت، خد و خال، چال ڈھال اور وجاہت کا جو عکس صدیوں کے پردوں سے چھن کر ہم تک پہنچتا ہے وہ بہر حال ایک ایسے انسان کا تصور دلاتا ہے جو ذہانت، شجاعت صبر و استقامت، راستی و دیانت، عالی ظرفی، سخاوت، فرض شناسی، وقار و انکسار اور فصاحت و بلاغت جیسے اوصاف حمیدہ کا جامع تھا، بلکہ کہنا چاہئے کہ حضورؐ کے جسمانی نقشے میں روح نبوت کا پرتو دیکھا جا سکتا ہے اور آپ کی وجاہت خود آپ کے مقدس مرتبے کی ایک دلیل تھی۔ اس موقع پر آپؐ کا ایک ارشاد یاد آیا۔ فرمایا۔ وان تقوی اللہ تبیض الوجوہ خدا کا

تقوی ہی چہروں کو روشن کرتا ہے۔نبوت تو ایمان وتقویٰ کی معراج ہے، نبی کا چہرہ تو نور افشاں ہونا ہی چاہئے۔

سو یہ ہے اس آفتاب حق کی ایک جھلک!

وجاہت......

☆ میں نے جونہی حضورؐ کو دیکھا تو فوراً سمجھ لیا کہ آپ کا چہرہ ایک چھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہوسکتا''۔(عبداللہ بن سلام)

ا۔یہود کے ایک بڑے عالم تھے جن کا نام حصین تھا۔ سرور عالمؐ کے مدینہ آنے پر دیکھنے کو گئے۔دیکھتے ہی ان کو جو تاثر ہوا بعد میں اسے انہوں نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ایمان لائے اور عبداللہ نام تجویز ہوا۔(سیرۃ المصطفیٰ۔مولانا ادریس کاندھلوی جلد اول، صفحہ۵۳،۹۴۴)

☆ میں اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر حاضر ہوا تو لوگوں نے

دکھایا کہ یہ ہیں خدا کے رسول!......دیکھتے ہی میں نے کہا۔واقعی یہ اللہ کے نبی ہیں''۔(ابورمثہ تیمی)

۲۔مدینے میں ایک تجارتی قافلہ وارد ہوا اور شہر سے باہر ٹھہرا۔حضورؐ کا اتفاقاً اس طرف گزر ہوا۔ایک اونٹ کا سودا کرلیا اور یہ کہہ کر اونٹ ساتھ لے آئے کہ قیمت بھجوائے دیتا ہوں، بعد میں قافلے والوں کو تشویش ہوئی کے بغیر پہچان کے معاملہ کرلیا۔اس پر سردار قافلہ کی خاتون نے مذکورہ فقرہ کہا۔یہ واقعہ طارق بن عبداللہ نے بیان کیا جو خود شریک قافلہ تھے۔بعد میں حضورؐ نے طے شدہ قیمت سے زیادہ مقدار میں کھجوریں بھجوادیں(سیرت النبیؐ مولانا شبلی مرحوم، جلد دوم۲،۸۳ المواہب اللدنیہ ج ۲۴۴۔

☆ مطمئن رہو، میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا جو چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن تھا۔وہ کبھی تمہارے

☆ ''دیکھنے والا پہلی نظر میں مرعوب ہوجاتا''۔
(حضرت علیؓ)

☆ ''میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضورؐ کو دیکھ رہا تھا، آپؐ اس وقت سرخ جوڑا زیب تن کیے ہوئے تھے۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی آپؐ کو۔ بالآخر میں اس فیصلے پر پہنچا کہ حضور اکرمؐ چاند سے کہیں زیادہ حسین ہیں''۔(حضرت جابرؓ بن سمرہ)

☆ ''خوشی میں حضورؐ کا چہرہ ایسا چمکتا کویا چاند کا ٹکرا ہے۔ اسی چمک کو دیکھ کر ہم آپؐ کی خوشی کو پہچان جاتے تھے''۔
(کعبؓ بن مالک)

☆ ''چہرے پر چاند کی سی چمک تھی''۔ (ہندؓ بن ابی ہالہ)

ساتھ بدمعاملگی کرنے والا شخص نہیں ہوسکتا۔ اگر ایسا آدمی (اونٹ کی رقم) ادا نہ کرے تو میں اپنے پاس سے ادا کردوں گی''۔(ایک معزز خاتون)

☆ ''ہم نے ایسا خوب رو شخص اور نہیں دیکھا (ا۔ یہ خواتین حضورؐ کی خدمت میں ابو قرصافہ کے ساتھ بیعت اسلام کے لئے گئی تھیں اور لوٹتے ہوئے انہوں نے اپنے تاثرات بیان کئے۔(المواہب اللدنیہ جلد اول ۵۵۲)......ہم نے اس کے منہ سے روشنی سی نکلتی دیکھی ہے''۔(ابو قرصافہ کی والدہ اور خالہ)

☆ ''حضورؐ سے زیادہ خوبرو کسی کو نہیں دیکھا۔ ایسا لگتا، گویا آفتاب چمک رہا ہے''۔(ابو ہریرہؓ)

☆ ''اگر تم حضورؐ کو دیکھتے تو سمجھتے کہ سورج طلوع ہوگیا ہے''۔(ربیع بنت معوذ)

چہرہ......

☆ ''بدر کی طرح گولائی لئے ہوئے''۔(براءؓ بن عازب)

☆ ''چہرہ بالکل گول نہیں تھا۔ ہلکی گولائی لئے ہوئے''۔(حضرت علیؓ)

☆ ''پیشانی کشادہ ...... ابرو خم دار ...... باریک اور گنجان ......دونوں جدا جدا، دونوں کے درمیان میں ایک رگ کا ابھار جو غصہ آنے پر نمایاں ہو جاتا''۔(ہندؓ بن ابی ہالہ)

☆ ''مسرت پیشانی سے جھلکتی تھی''۔(کعبؓ بن مالک)

رنگت......

☆ ''نہ چونے کی طرح سفیدی نہ سانولہ پن ......

گندم گول جس میں سفیدی غالب تھی''۔(حضرت انسؓ)

☆ ''سفید سرخی مائل''(حضرت علیؓ)

☆ ''سفید مگر ملاحت دار''(ابوالطفیل)

☆ ''گویا کہ چاندی سے بدن ڈھلا ہوا تھا''۔(حضرت ابوہریرہؓ)

آنکھیں......

آنکھیں سیاہ......پلکیں دراز''۔(حضرت علیؓ)

☆ ''پتلیاں سیاہ......نظریں نیچی......گوشہ چشم سے دیکھنے کا حیادارانہ انداز''۔(ہند بن ابی ہالہؓ)

☆ ''سفید حصے میں سرخ ڈورے......آنکھوں کا خانہ لمبا......قدرتی سرمگیں''۔(جابر بن سمرہؓ)

خوشنما رنگیں''۔(حضرت ابن عباسؓ)

☆ ''تکلم فرماتے تو دانتوں سے چمک سی نکلتی معلوم ہوتی''۔(حضرت انسؓ)

ریش......

☆ ''بھرپور اور گنجان بال''۔(ہند بن ابی ہالہؓ)

گردن......

☆ ''پتلی، لمبی......جیسے مورتی کی طرح خوبصورتی سے تراشی گئی ہو''۔(ہند بن ابی ہالہؓ)

☆ ''گردن کی رنگت چاندی جیسی اجلی اور خوشنما''۔ (ہند بن ابی ہالہؓ)

ناک......

☆ ''بلندی مائل......اس پر نورانی چمک......جس کی وجہ سے ابتدائی نظر میں بڑی معلوم ہوتی''۔(ہند بن ابی ہالہؓ)

رخسار......

☆ ''ہموار اور ہلکے......نیچے کو ذرا سا گوشت ڈھلکا ہوا''۔(ہند بن ابی ہالہؓ)

دہن......

☆ ''فراخ......!''(جابر بن سمرہؓ)

☆ ''یہ اعتدال فراخ''(ہند بن ابی ہالہؓ)

دندان مبارک......

باریک ......آبدار ......سامنے کے دانتوں میں

سر مبارک......

☆ ''بڑا......مگر اعتدال اور مناسبت کے ساتھ''۔(ہند بن ابی ہالہؓ)

بال......

☆ ''قدرے خم دار''۔(حضرت ابو ہریرہؓ)

☆ ''نہ بالکل سیدھے تنے ہوئے ...... نہ زیادہ پیچدار''۔(قتادہؓ)

☆ ''ہلکا خم لئے ہوئے''۔(حضرت انسؓ)

☆ ''گنجان ......کبھی کبھی کانوں کی لو تک لمبے! کبھی شانوں تک''۔(براء بن عازبؓ)

☆ ''درمیان سے نکلی ہوئی مانگ''۔(ہند بن ابی ہالہؓ)

☆ ''بدن پر بال زیادہ نہ تھے......سینہ سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر''۔(حضرت علیؓ۔ہند بن ابی ہالہؓ)

☆ ''کندھوں، بازوؤں اور سینہ کے بالائی حصے سے تھوڑے سے بال تھے''۔(ہند بن ابی ہالہؓ)

☆ ''کندھوں، بازوؤں اور سینہ کے بالائی حصے پر تھوڑے سے بال تھے''۔(ہند بن ابی ہالہؓ)

مجموعی ڈھانچہ......

☆ ''بدن گٹھا ہوا...... اعضاء کے جوڑوں کی ہڈیاں بڑی اور مضبوط''۔(ہند بن ابی ہالہؓ)

☆ ''بدن موٹا نہیں تھا''۔(حضرت علیؓ)

☆ ''قد ...... نہ زیادہ لمبا تھا، نہ پست!......میانہ''۔(حضرت انسؓ)

☆ ''قامت مائل بہ درازی! ......مجمع میں ہوں تو دوسروں سے قد نکلتا ہوا معلوم ہوتا''۔(براء بن عازبؓ)

☆ ''پیٹ باہر کو نکلا ہوا نہ تھا''۔(ام معبدؓ)

☆ ''دنیوی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونے والوں سے حضورؐ کا جسم (باوجود فقر و فاقہ کے) زیادہ تر و تازہ اور توانا تھا'' (۱۔مشہور واقعہ ہے کہ حضورؐ نے عمرہ کیا تو سو اونٹ بہ نفس نفیس ہانکے اور ان میں سے ۶۳ کو بدست خود نحر کیا اور بقیہ کو حضرت علیؓ کے سپرد کیا۔)۔(المواہب ج ا ص ۲۱۰)

☆ ''میں نے رسول اللہؐ سے بڑھ کر کوئی بہادر اور زور آور نہیں دیکھا'' (۲۔مکہ میں رکانہ نامی ایک پہلوان تھا جو اکھاڑوں میں کشتیاں لڑتا۔ایک دن حضورؐ کی کسی طرف واری میں اس سے ملے اور اپنی دعوت دی۔اس نے دعوت کے لئے کوئی معیار صدق طلب کیا اس کے ذوق کے پیش نظر حضورؐ نے کشتی کرنا

پسند کرلیا۔تین بار کشتی ہوئی اور تینوں بار آپؐ نے اسے پچھاڑ لیا۔اسی رکانہ پہلوان ان کے بیٹے ابوجعفر محمد کی یہ روایت حاکم نے مستدرک میں لی ہے اور ابو داؤد اور ترمذی نے اس پیش کیا اور بیہقی نے سعید بن جبیر کی دوسری روایت لی جس میں آتا ہے کہ حضورؐ نے بعض دوسرے لوگوں کو بھی کشتی میں پچھاڑا ہے جن میں ایک ابوالاسود جمحی بھی ہے۔(المواہب اللدنیہ ج ا ص ۲۰۴۔۲))۔(ابن عمرؓ)

کندھے اور سینہ......

☆ ''سینہ چوڑا......سینہ اور پیٹ ہموار''۔(ہند بن ابی ہالہؓ)

☆ ''سینہ چوڑا''۔(براء بن عازبؓ)

☆ ''مونڈھوں کا درمیانی فاصلہ عام پیمانے سے زیادہ''۔(ہند بن ابی ہالہؓ، براء بن عازبؓ)

☆ کندھوں کا درمیانی حصہ پر گوشت''۔(حضرت علیؓ)

بازواور ہاتھ......

☆ ''کلائیاں دراز......ہتھیلیاں فراخ......انگلیاں موزوں حد تک دراز''۔(ہند بن ابی ہالہؓ)

☆ ''ریشم کا دبیز یا باریک کوئی کپڑا یا کوئی اور چیز ایسی نہیں ہے جسے میں نے چھوا ہو اور وہ حضورؐ کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم و گداز ہو''۔(حضرت انسؓ)

قدم......

☆ ''پنڈلیاں پر گوشت نہ تھیں...... ہلکی ہلکی سی ہوئی''۔(جابر بن سمرہؓ)

☆ ''ہتھیلیاں اور پاؤں پر گوشت......تلوے قدرے

بنا پر ہوا ہوگا کہ ایک تو دیرینہ معمول میں ایسی نمایاں تبدیلی عجیب تھی۔ دوسرے پاجامہ اہل فارس کا لباس تھا اور تشبہ سے حضورؐ کا اجتناب معلوم تھا۔(حالانکہ دوسرے تمدنوں کو اچھے اجزاء کو حضورؐ قبول فرماتے تھے۔) آپؐ نے جواب دیا: ''ہاں پہنوں گا۔ سفر میں بھی حضر میں بھی، دن کو بھی، رات کو بھی۔ کیونکہ مجھے حفظ ستر کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے زیادہ ستر پوش لباس کوئی اور نہیں''۔(المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۱۳۴)۔

سر پر عمامہ باندھنا پسند خاص تھا، نہ بہت بھاری ہوتا تھا نہ چھوٹا۔ ایک روایت کے لحاظ سے ۷ گز لمبائی ہوتی تھی۔ عمامہ کا شملہ بالشت بھر ضرور چھوڑتے۔ جو پیچھے کی جانب دونوں شانوں کے درمیان رہتا۔ آخری پلو پیچھے کے رخ اڑس لیتے۔ تمازت آفتاب سے بچنے کے لئے شملہ کو پھیلا کر سر پر ڈال لیتے۔ اسی طرح موسمی حالات تقاضا کرتے تو آخری بل ٹھوڑی کے نیچے سے لے کر گردن کے گرد لپیٹ بھی لیتے۔ کبھی عمامہ نہ

گھرے ..... قدم چکنے کہ پانی نہ ٹھہرے''۔ (ہند بن ابی ہالہؓ)

☆ ''ایڑیوں پر گوشت بہت کم''۔ (جابر بن سمرہؓ)

ایک جامع لفظی تصویر:

یوں تو حضورؐ کے متعدد رفقاء نے حضورؐ کی شخصیت کے مرقعے لفظوں میں پیش کئے ہیں لیکن ام معبدؓ نے جو تصور مرتب کی ہے اس کا جواب نہیں۔ وادی ہجرت کا سفر طے کرتے ہوئے مسافر حق جب اپنی منزل اول (غار ثور) سے چلا تو پہلے ہی روز قوم خزاعہ کی اس نیک نہاد بڑھیا کا خیمہ راہ میں پڑا۔ حضورؐ اور آپؐ کے ہمراہی پیاسے تھے۔ فیضان خاص تھا کہ مریل سی بھوکی بکری نے اس لحہ وافر مقدار میں دودھ دیا۔ حضورؐ نے بھی پیا ہمراہیوں نے بھی، اور کچھ بچ رہا۔ ام معبد کے شوہر نے گھر آکر دودھ دیکھا تو اچنبھے سے پوچھا کہ یہ کہاں سے آیا؟ ام معبدؓ نے سارا حال بیان کیا۔ وہ پوچھنے لگا کہ اچھا اس قریشی نوجوان کا

نقشہ تو بیان کرو۔ یہ وہی تو نہیں جس کی تمنا ہے۔ اس پر ام معبدؓ نے حسین ترین الفاظ میں تصویر کھینچی۔ ام معبد کو نہ تو کوئی تعارف تھا، نہ کسیطرح کا تعصب بلکہ جو کچھ دیکھا اسن وعن کہہ دیا۔ اصل عربی میں دیکھنے کی چیز ہے۔ اس کا جو ترجمہ مؤلف ''رحمۃ للعالمین'' نے کیا ہے اسی کو ہم یہاں لے رہے ہیں:

''پاکیزرو، کشادہ چہرہ، پسندیدہ خو، نہ پیٹ باہر نکلا ہوا، نہ سر کے بال گرے ہوئے، زیبا صاحب جمال، آنکھیں سیاہ وفراخ، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردمک، سرمگیں چشم، باریک وپیوستہ ابرو، سیاہ گھنگھریالے بال، خاموش وقار کے ساتھ، گویا دل بستگی لئے ہوئے، دور سے دیکھنے میں زیبندہ ودلفریب، قریب سے نہایت شیریں وکمال حسین، شیریں کلام، واضح الفاظ، کلام کی وبیشیٔ الفاظ سے معرا، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی، میانہ قد کہ کوتاہی نظر سے حقیر نظر نہیں آتے، نہ طویل کہ آنکھ اس سے نفرت کرتی،

زبندہ نہال کی تازہ شاخ، زبندہ منظر والاقد، رفیق ایسے کہ ہر وقت اس کے گرد وپیش رہتے ہیں۔ جب وہ کچھ کہتا ہے تو چپ چاپ سنتے ہیں۔ جب حکم دیتا ہے تو تعمیل کے لئے جھپٹتے ہیں، مخدوم، مطاع، نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو۔!

لباس:

آدمی کی شخصیت کا واضح اظہار اس کے لباس سے بھی ہوتا ہے۔ اس کی وضع قطع، قصر وطول، رنگت، معیار، صفائی اور ایسے ہی مختلف پہلو بتا دیتے ہیں کہ کسی لباس میں ملبوس شخصیت کس ذہن و کردار سے آراستہ ہے۔ نبی اکرمؐ کے لباس کے بارے میں حضورؐ کے رفقاء نے جو معلومات دی ہیں وہ بڑی حد تک حضورؐ کے ذوق کو نمایاں کر دیتی ہیں۔ حضورؐ نے لباس کے معاملے میں درحقیقت اس آیت کی عملی شرح پیش فرمائی ہے:

یبنی ادم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سوا تکم

وریشاً ولباس التقوی ذلک خیرہ! (اعراف۔ ۱۲)

اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے ستر ڈھانکنے والا اور تمہیں زینت دینے والا لباس تمہارے لئے مقرر کیا ہے۔ اور لباس تقویٰ بہترین ہے.....!

دوسرا پہلو لباس کا "سرابیل تقیکم الحر وسرابیل تقیکم بأسکم"..... (تمہیں گرمی سے بچانے اور جنگ میں محفوظ رکھنے کے لئے قمیصیں اور زرہیں فراہم کیں..... النحل) کے الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

سو حضورؐ کا لباس ساتر تھا۔ زینت بخش تھا اور بایں ہمہ لباس تقویٰ تھا۔ اس میں ضرورت کا بھی لحاظ تھا۔ وہ چند کڑے اخلاقی اصولوں کی پابندی کا مظہر بھی اور ذوق سلیم کا ترجمان بھی۔ حضورؐ کو کبر دریا سے بعد تھا اور ٹھاٹھ باٹھ سے رہنا ناپسند تھا۔ فرمایا: انما انا عبد البس کما یلبس العبد۔ میں تو بس خدا کا

ایک بندہ ہوں اور بندوں کی طرح لباس پہنتا ہوں۔ ریشم، دیبا اور حریر کو مردوں کے لئے آپؐ نے حرام قرار دیا۔ ایک بار تحفہ میں آئی ہوئی ریشمی قبا پہنی اور پھر فوراً اضطراب کے ساتھ اتار پھینکی (مشکوٰۃ) یہ بند، قمیص اور عمامہ کی لمبائی چونکہ علامت کبر تھی اور یہ طریق لباس متکبرین میں رائج تھا۔ اس لئے اس سے سخت تنفر تھا۔ دوسری قوموں خصوصاً مذہبی طبقوں کے مخصوص نیشنوں کی تقلید اور نقالی کو بھی حضورؐ نے ممنوع ٹھہرایا ہے تاکہ امت میں اپنی خودی اور عزت نفس برقرار رہے، نیز فیشن اور لباس کی تقلید نظریات و کردار کی تقلید پیدا کرنے کا سبب نہ بن سکے۔ چنانچہ حضورؐ نے اسلامی تمدن کے تحت فیشن، آداب اور ثقافت کا ایک نیا ذوق پیدا کردیا۔ لباس میں موسمی تحفظ، ستر، سادگی، نظافت و نفاست اور وقار کا حضورؐ کو خاص لحاظ تھا۔ اگر ہم حضورؐ کے لباس کو وقت کے تمدنی دور، عرب کی موسمی اور جغرافی اور تمدنی ضروریات و مروجات کے نقشے میں رکھ کر دیکھیں تو وہ

بڑے معیاری ذوق کا آئینہ دار ہے۔ آیئے حضورؐ کے لباس پر ایک نگاہ ڈالیں۔

کرتا (قمیص) بہت پسند تھا۔ کرتے کی آستین نہ تنگ رکھتے نہ زیادہ کھلی، درمیانی ساخت پسند تھی۔ آستین کلائی اور ہاتھ کے جوڑ تک پہنچتی۔ سفر (خصوصاً جہاد) کے لئے جو کرتا پہنتے اس کے دامن اور آستین کا طول ذرا کم ہوتا۔ قمیص کا گریبان سینے پر ہوتا جسے کبھی کبھار (موسمی تقاضے سے) کھلا بھی رکھتے اور اسی حالت میں نماز پڑھتے، کرتا پہنتے ہوئے پہلے سیدھا ہاتھ ڈالتے پھر الٹا۔ رفیقوں کو اسی کی تعلیم دیتے۔ (داہنے ہاتھ کی فوقیت اور اچھے کاموں کے لئے داہنے ہاتھ کا استعمال حضورؐ کی سکھائی ہوئی اسلامی ثقافت کا ایک اہم عنصر ہے)

عمر بھر تہ بند (لنگی) استعمال فرمایا جسے ناف سے ذرا نیچے باندھتے اور نصف ساق تک (ٹخنوں سے ذرا اونچا) سامنے

میں نہ پہنتے۔ چھنگلیا میں پہننا پسند تھا۔ نگینہ اوپر کی طرف رکھنے کے بجائے ہتھیلی کی طرف رکھتے۔ انگوٹھی پر "محمد رسول اللہ" کے الفاظ ترتیب وار نیچے سے اوپر کو تین سطروں میں کندہ تھے۔ اس سے خطوط پر مہر لگاتے تھے۔ محققین کی یہ رائے قرین صحت ہے کہ انگوٹھی مہر کی ضرورت سے بنوائی تھی اور سیاسی منصب کی وجہ سے اس استعمال ضروری تھی۔

وضع قطع اور آرائش:

حضورؐ اپنے بال بہت سلیقے سے رکھتے۔ ان میں کثرت سے تیل کا استعمال فرماتے، کنگھا کرتے۔ مانگ نکالتے۔ بسوں کے زائد بال تراشنے کا اہتمام تھا۔ داڑھی کو بھی طول و عرض میں قینچی سے ہموار کرتے۔ اس معاملے میں رفقاء کو تربیت دیتے۔ مثلاً ایک صحابی کو پراگندہ مو دیکھا تو گرفت فرمائی۔ ایک صحابی کی داڑھی کے زائد بال بہ نفس نفیس تراشے۔ فرمایا کہ جو

کا حصہ قدرے زیادہ جھکا رہتا۔

پاجامہ (سراویل) دیکھا تو پسند کیا۔ آپؐ کے صحابی پہنتے تھے۔ ایک بار خود خرید فرمایا (اختلاف ہے کہ پہنا یا نہیں) اور وہ آپ کے ترکہ میں موجود تھا۔ اس کی خریداری کا قصہ دلچسپ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو ساتھ لئے ہوئے حضورؐ بازار گئے اور بزازوں کے ہاں تشریف لے گئے۔ چار درہم پر پاجامہ خریدا۔ بازار میں اجناس کو تولنے کے لئے ایک خاص وزان مقرر تھا۔ وزن کرانے گئے اور اس سے کہا کہ اسے تولو (اتزن وارجح) وزان کہنے لگا کہ یہ الفاظ میں نے کسی اور سے کبھی نہیں سنے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے توجہ دلائی الاتعرف نبیک؟...... تم اپنے نبیؐ پاک کو پہچانتے نہیں؟ وہ ہاتھ چومنے کو بڑھا تو آپؐ نے روکا کہ یہ عجمیوں کا (یعنی غیر اسلامی) طریقہ ہے۔ بہر حال وزن کرایا اور پاجامہ خرید کر لے چلے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ کیا آپؐ اسے پہنیں گے؟ تعجب غالباً اس

بنا پر ہوا ہوگا کہ ایک تو دیرینہ معمول میں ایسی نمایاں تبدیلی عجیب لگی۔ دوسرے پاجامہ اہل فارس کا لباس تھا اور تشبہ سے حضورؐ کا اجتناب معلوم تھا۔ (حالانکہ دوسرے تمدنوں کو اچھے اجزاء کو حضورؐ قبول فرماتے تھے۔) آپؐ نے جواب دیا: ''ہاں پہنوں گا۔ سفر میں بھی حضر میں بھی، دن کو بھی، رات کو بھی۔ کیونکہ مجھے حفظ ستر کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے زیادہ ستر پوش لباس کوئی اور نہیں''۔ (المواہب للدنیہ ج ا ص ۱۳۳)۔

سر پر عمامہ باندھنا پسند خاص تھا، نہ بہت بھاری ہوتا تھا نہ چھوٹا۔ ایک روایت کے لحاظ سے ۷ گز لمبائی ہوتی تھی۔ عمامہ کا شملہ بالشت بھر ضرور چھوڑتے۔ جو پیچھے کی جانب دونوں شانوں کے درمیان رہتا۔ آخری پلو پیچھے کے رخ اڑس لیتے۔ تمازت آفتاب سے بچنے کے لئے شملہ کو پھیلا کر سر پر ڈال لیتے۔ اسی طرح موسمی حالات تقاضا کرتے تو آخری بل ٹھوڑی کے نیچے سے لے کر گردن کے گرد لپیٹ بھی لیتے۔ کبھی عمامہ نہ

ہوتا تو کپڑے کی ایک دھجی (رومال) پٹی کی طرح سر سے باندھ لیتے۔ بر بنائے نظافت عمامہ کو تیل کی چکنائی سے بچانے کے لئے ایک خاص کپڑا (عربی نام ''قناع'') بالوں پر استعمال کرتے جیسے کہ آج کل بھی بعض لوگ ٹوپیوں کے اندر کاغذ یا سلولائڈ کا ٹکڑا رکھ لیتے ہیں۔ یہ دھجی چکنی تو ہو جاتی مگر نظافت کا حال یہ تھا کہ (روایات میں تصریح ہے) اسے کبھی میلا اور گندہ نہیں دیکھا گیا۔ سفید کے علاوہ زرد (غالباً میالا، خاکستری مائل یا شتری) رنگ کا عمامہ بھی باندھا ہے اور فتح مکہ کے موقع پر سیاہ بھی استعمال فرمایا۔ عمامہ کے نیچے کپڑے کی ٹوپی بھی استعمال میں رہی اور اسے پسند فرمایا۔ نیز روایات کے بموجب عمامہ کے ساتھ ٹوپی کا یہ استعمال گویا اسلامی ثقافت کا مخصوص طرز تھا اور اسے آپؐ نے مشرکین کے مقابلے پر امتیازی فیشن قرار دیا۔

عمامہ کے علاوہ کبھی خالی سفید ٹوپی بھی اوڑھتے۔ گھر میں اوڑھنے کی ٹوپی سر سے چپٹی ہوئی ہوتی، سفر پر نکلتے تو اٹھی

ہوئی باڑ دار ٹوپی استعمال فرماتے۔ سوزنی نما سلے ہوئے کپڑے کی دبیز ٹوپی بھی پہنی ہے۔

اوڑھنے کی چادر ۴ گز لمبی ۴/۱ ۲ گز چوڑی ہوتی تھی۔ کبھی لپیٹ لیتے۔ کبھی ایک پلو سیدھے بغل اور نکال کر الٹے کندھے پر ڈال لیتے۔ یہی چادر کبھی کبھار بیٹھے ہوئے ٹانگوں کے گرد لپیٹ لیتے اور بعض مواقع پر اسے تہ کر کے تکیہ بھی بنا لیتے۔ معزز ملاقاتیوں کی تواضع کے لئے چادر اتار کر بچھا بھی دیتے۔ یمن کی چادر جسے حبرہ کہا جاتا تھا، بہت پسند تھی۔ اس میں سرخ یا سبز دھاریاں ہوتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضورؐ کے لئے سیاہ چادر (غالباً بالوں کی) بھی بنوائی گئی۔ اسے اوڑھا تو پسینے کی وجہ سے بو دینے لگی۔ چنانچہ نظافت کی وجہ سے پھر اسے نہیں اوڑھا۔

نیا کپڑا خدا کی حمد اور شکر کے ساتھ بالعموم جمعہ کے روز پہنتے۔ فاضل جوڑے بنوا کر نہیں رکھتے تھے۔ کپڑوں میں پیوند

لگاتے تھے۔ ان کی مرمت کرتے، احتیاطاً گھر میں دیکھ لیتے کہ مجمع بیٹھنے کی وجہ سے (مجالس اور نمازوں میں ملنے کیلئے لوگ بھی آتے تھے اور صفائی کا عام معیار بھی آپؐ ہی نے مسلسل تربیت کر کر کے برسوں میں بلند کیا) کوئی جوں وغیرہ نہ آ گھسی ہو۔

جہاں ایک طرف فقر و سادگی کی وہ شان تھی وہاں دوسری طرف آپؐ کو رہبانیت کا سدباب بھی کرنا تھا اور اس اصول کا مظاہرہ بھی مطلوب تھا کہ ”اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی عطا کردہ نعمت (رزق) کا اثر اس کے بندے سے عیاں ہو“ (ا۔ عن عمر و ابن شعیب عن ابیہ (ترمذی) وعن ابی الاحوص عن ابیہ (نسائی))۔ سو حضورؐ نے کبھی کبھار اچھا لباس بھی زیب بدن فرمایا۔ آپؐ کا مسلک اعتدال تھا اور انتہاء پسندی سے امت کو بچانا مطلوب تھا۔ چنانچہ تنگ آستین کا رومی جبہ بھی پہنا۔ (بخاری و مسلم) سرخ دھاری کا اچھا جوڑا بھی زیب بدن کیا۔ طیلسانی قسم کا کسروانی جبہ بھی کبھی پہنا (المواہب اللہ

پر) (۲۔ روایت ، اسماء بنت ابی بکر (مسلم))۔ جس کے گریبان کے ساتھ ریشمی گوٹ لگی تھی ۔ ایک بار ۲۷ اونٹنیوں کے بدلے میں ایک قیمتی جوڑا خرید فرمایا اور پہنا اور اس کے ساتھ نماز بھی پڑھی ۔ یہ تفسیر تھی اس قوم قرآنی کی کہ ''پوچھو کون ہے اللہ کی عطا کردہ زینت کو حرام کرنے والا''۔ بس یہ ہے کہ معمول عام سادگی تھا۔

کپڑوں کے لئے سب سے بڑھ کر سفید رنگ مرغوب خاطر تھا۔ فرمایا ''حق یہ ہے کہ تمہارے لئے مسجدوں میں بھی اور قبروں میں بھی اللہ کے سامنے جانے کا بہترین لباس سفید لباس ہے''۔ (۳۔ ابو داؤد، ابن ماجہ)۔ فرمایا: ''سفید کپڑے پہنا کرو اور سفید ہی کپڑے سے اپنے مردوں کو کفن دو، کیونکہ یہ زیادہ پاکیزہ اور پسندیدہ ہیں''۔ (۴۔ عن سمرہ (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

سفید کے بعد سبز رنگ بھی پسندیدہ تھا۔ لیکن اس شکل میں کہ ہلکی دھاریاں ہوں۔ اسی طرح خالص شوخ سرخ رنگ بہت ہی ناپسند تھا (لباس کے علاوہ بھی اس کے استعمال کو بعض صورتوں میں ممنوع فرمایا۔ (لیکن ہلکے سرخ رنگ کی دھاریوں والے کپڑے آپؐ نے پہنے۔ ہلکا زرد (مٹیالا یا شتری) رنگ بھی لباس میں دیکھا گیا۔

حضورؐ کا جوتا مروجہ عربی تمدن کے مطابق چپل یا کھڑاؤں کی سی شکل کا تھا۔ جس کے دو تسمے تھے۔ ایک انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کے درمیان رہتا۔ دوسرا چھنگلیا اور اس کے ساتھ والی انگلی کے بیچ میں۔ جوتے پر بال نہ ہوتے تھے جیسے کے معمولی ذوق کے لوگوں کے جوتوں پر ہوتے۔ یہ ایک بالشت دو انگل لمبا تھا۔ تلوے کے پاس سے سات انگل چوڑا اور دونوں تسموں کے درمیان پنجے پر سے دو انگل کا فاصلہ تھا۔ کبھی کھڑے ہوکر پہنے۔ کبھی بیٹھ کر بھی، پہنتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں ڈالتے

گہرائی، دل پر اثر کرنے والی روح اخلاص کلام نبوی کے امتیازات میں سے ہے۔ مناسب ہوگا کہ تین تین پارہ ہائے فصاحت یہاں درج کئے جائیں۔

☆ ’’میں تم کو اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔ نظام اجتماعی کے لئے سمع وطاعت کی تاکید کرتا ہوں...... خواہ (اسے چلانے کے لئے) کوئی حبشی غلام ہی (برسر قیادت) کیوں نہ ہو کیونکہ تم میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ بہت سے اختلافات سے دوچار ہوں گے۔ پس (ایسے حالات میں) تم پر لازم ہے کہ میرے طریقے اور میری ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو اختیار کرو۔ اس کو مضبوطی سے تھامو، اسے دانتوں سے پکڑے رکھو۔ خبردار! دین میں نئے نئے شگوفے چھوڑنے سے پرہیز کرنا کیونکہ نیا شگوفہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے‘‘۔ (ا۔ مشکوۃ۔ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)۔

پھر بایاں اور اتارتے ہوئے پہلے بایاں پاؤں نکالتے پھر دایاں۔

جرابیں اور موزے بھی استعمال میں رہے۔ سادہ اور معمولی بھی اور اعلیٰ قسم کے بھی۔ شاہ نجاشی نے سیاہ رنگ کے سادہ موزے بطور تحفہ بھیجے تھے۔ انہیں پہنا اور ان پر مسح فرمایا۔ اسی طرح دحیہ کلبی نے بھی موزے تحفہ میں پیش کئے تھے۔ ان کو آپؐ نے پھٹنے تک استعمال فرمایا۔

چاندی کی انگوٹھی بھی استعمال فرمائی، جس میں کبھی چاندی کا نگینہ ہوتا تھا۔ کبھی حبشی پتھر کا۔ بعض روایات میں یہ آتا ہے کہ لوہے کی انگوٹھی پر چاندی کا پتر یا پالش چڑھا ہوا تھا۔ دوسری طرف یہ واضح ہے کہ لوہے کی انگوٹھی (اور زیور) سے آپؐ نے کراہت فرمائی ہے۔ انگوٹھی بالعموم داہنے ہی ہاتھ میں پہنی۔ کبھی کبھار بائیں میں بھی۔ درمیانی اور شہادت کی انگوٹھی

سرمہ رات کو سوتے ہوئے (تاکہ زیادہ نمایاں نہ ہو) تین تین سلائی دونوں آنکھوں میں لگاتے آخر رات میں حاجات سے فارغ ہوکر وضو کرتے۔ لباس طلب کرتے اور خوشبو لگاتے۔ ریحان کی خوشبو پسند تھی۔ مہندی کے پھول بھی بھینی خوشبو کی وجہ سے مرغوب تھے۔ مشک اور عود کی خوشبو سب سے بڑھ کر پسندیدہ رہی۔ گھر میں خوشبو دار دھونی لیا کرتے، ایک عطر دان تھا۔ جس میں بہترین خوشبو موجود رہتی اور استعمال میں آتی (کبھی حضرت عائشہ اپنے دست مبارک سے خوشبو لگاتیں) مشہور بات ہے کہ آپ جس کوچے سے گذر جاتے تھے، دیر تک اس میں مہک رہتی تھی، اور فضائیں بتاتی تھیں کہ ''گذر گیا ہے ادھر سے وہ کاروان بہار، خوشبو ہدیہ کی جاتی تو ضرور قبول فرماتے اور کوئی اگر خوشبو کا ہدیہ لینے میں تامل کرتا تو ناپسند فرماتے۔ اسلامی ثقافت کے مخصوص ذوق کے ماتحت آپؐ نے مردوں کے لئے ایسی خوشبو پسند فرمائی جس کا رنگ مخفی رہے

اور مہک پھیلے اور عورتوں کے ئے وہ جس کا رنگ نمایاں ہو، مہک مخفی رہے۔

رفتار

حضورؐ کی چال عظمت، وقار، شرافت اور احساس ذمہ داری کی ترجمان تھی۔ چلتے تو مضبوطی سے قدم جما کر چلتے۔ ڈھیلے ڈھالے طریقے سے قدم گھسیٹ کر نہیں۔ بدن سمٹا ہوا جھکا ذ ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا کہ اونچائی سے نیچے کو اتر رہے ہیں۔ ہند بن ابی ہالہ کے الفاظ میں ''گویا زمین آپؐ کی رفتار کے ساتھ لپٹتی جارہی ہے''۔ رفتار تیز ہوتی، قدم کھلے کھلے رکھتے۔ آپ معمولی رفتار سے چلتے مگر بقول حضرت ابو ہریرہؓ ''ہم مشکل سے ساتھ دے پاتے''۔ حضورؐ کی رفتار یہ پیغام بھی دیتی جاتی تھی کہ ''زمین میں گھمنڈ کی چال نہ چلو''۔ (سورہ لقمان)

چلتا۔ مزاج کی سنجیدگی اپنی جگہ تھی اور تبسم و مزاح اپنی جگہ۔ اضداد میں عجیب توازن تھا جس کی مظہر حضورؐ کی ذات تھی۔ ایک عالمی تحریک کی ذمہ داری، ایک سلطنت کے مسائل، ایک جماعت اور معاشرہ کے معاملات اور پھر اپنے خاصے بڑے کنبے کی ذمہ داریاں اچھا خاصا پہاڑ تھیں جنہیں حضورؐ کے کندھے اٹھائے ہوئے تھے۔ چنانچہ امام حسنؓ اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم متواتر پریشانیوں میں رہتے۔ ہمیشہ مسائل پر غور کرتے، کبھی آپؐ کو بے فکری کا کوئی لمحہ نہ ملا۔ دیر دیر تک خاموش رہتے اور بلا ضرورت فضول بات چیت نہ کرتے"۔ (ا۔شمائل ترمذی باب کیف کان کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

لیکن آپؐ ایک داعی تھے، اور ایک تحریک کے سربراہ۔ اس لئے تبلیغ و تعلیم اور تزکیہ اور سیاسی انتظام چلانے کے لئے

تکلم

تکلم انسان کے ایمان، کردار اور مرتبے کو پوری طرح بے نقاب کر دیتا ہے۔ موضوعات اور الفاظ کا انتخاب، فقروں کی ساخت، آواز کا اتار چڑھاؤ، لہجے کا اسلوب اور بیان کا زور، یہ ساری چیز واضح کرتی ہیں کہ متکلم کس پائے کی شخصیت کا علمبردار ہے۔

حضورؐ کے منصب اور ذمہ داریوں کی نوعیت ایسی تھی کہ ان کا بھاری بوجھ اگر کسی دوسری شخصیت سے پر ڈالا گیا ہوتا تو وہ تفکرات میں ڈوب کر رہ جاتا اور اسے خلوت محبوب ہو جاتی۔ لیکن حضورؐ کے کمالات خاص میں یہ بات بھی شامل ہے کہ ایک طرف آپؐ تفکرات اور مسائل مہمہ کا پہاڑ اٹھائے ہوئے ہوتے اور طرح طرح کی پریشانیوں سے گذرتے، لیکن دوسری طرف لوگوں میں خوب گھلنا ملنا بھی رہتا اور دن رات گفتگوؤں کا دور

لوگوں سے رابطہ ضروری تھا جس کے لئے سب سے اہم ذریعہ تکلم ہے۔ لہٰذا دوسری صورت حال حضرت زید بن ثابتؓ کے الفاظ میں یوں رہتی کہ "جب ہم دنیوی معاملات کا ذکر رہے ہوتے تو حضورؐ بھی اس ذکر میں حصہ لیتے۔ جب ہم آخرت پر گفتگو کرتے تو حضورؐ بھی ہمارے ساتھ اس موضوع پر تکلم فرماتے۔ اور جب ہم لوگ کھانے پینے کی کوئی بات چھیڑتے تو حضورؐ بھی اس میں شامل رہتے"۔ (۲۔ شمائل ترمذی، باب ما جاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے باوجود آپؐ نے خدا کی قسم کھا کر یہ اصولی حقیقت بیان فرمائی کہ میری زبان سے حق کے ماسوا کوئی بات ادا نہیں ہوگی۔ قرآن نے بھی وما ینطق عن الھویٰ کی گواہی دی۔

گفتگو میں الفاظ اتنے ٹھہر ٹھہر کر ادا کرتے کہ سننے والا آسانی سے یاد کر لیتا بلکہ الفاظ ساتھ ساتھ گنے جا سکتے تھے۔ ام

معبد نے کیا خوب تعریف بیان کی کہ "گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی"...... الفاظ نہ ضرورت سے کم نہ زیادہ...... نہ کوتاہ سخن، نہ طویل گو"۔ تاکید، تفہیم اور تسہیل حفظ کے لئے خاص الفاظ اور کلمات کو تین بار دہراتے بھی تھے۔ بعض امور میں تفریح سے بات کرنا مناسب نہ سمجھتے تو کنایہ میں فرماتے۔ مکروہ اور فحش اور غیر حیاء دارانہ کلمات سے تنفر تھا۔ گفتگو میں بالعموم ایک مسکراہٹ شامل رہتی۔ عبداللہ بن حارث کا بیان ہے کہ "میں نے حضورؐ سے زیادہ کسی کو مسکراتے نہیں دیکھا"...... یہ مسکراہٹ حضورؐ کی سنجیدگی کو خشونت بننے سے بچاتی تھی اور رفقاء کے لئے وجہ جاذبیت ہوتی، بات کرتے ہوئے بار بار آسمان کی طرف دیکھتے، گفتگو کے دوران میں کسی بات پر زور دینے کے لئے ٹیک سے اٹھ کر سیدھے ہو بیٹھتے اور خاص جملوں کو بار بار دہراتے۔ حاضرین کو کسی بات سے ڈراتے تو تکلم کے ساتھ ساتھ زمین پر ہاتھ مارتے۔ بات کی وضاحت کے لئے ہاتھوں

تھا۔ حق ہے کہ حضورؐ افصح العرب تھے۔ حضورؐ کے کلام کا جہاں ادبی معیار بہت بلند تھا وہاں اس میں عام فہم سادگی بھی تھی۔ اور پھر کمال یہ کہ کبھی کوئی گھٹیا اور بازاری لفظ استعمال نہیں کیا اور نہ کبھی مصنوعی طرز کی زبان پسند فرمائی۔ کہنا چاہئے کہ حضورؐ نے اپنی دعوت اور اپنے مشن کی ضروریات سے خود اپنی ایک زبان پیدا کی تھی، ایک اسلوب بنایا تھا۔ چنانچہ حضورؐ کے ایک قول (الحرب خدعۃ) پر بحث کرتے ہوئے ثعلب کا کہنا تھا کہ "ھی لغۃ النبیؐ" یہ نبی اکرمؐ کی مخصوص زبان تھی، بے شمار اصطلاحات بنائیں۔ تراکیب پیدا کیں، تشبیہیں اور تمثیلیں وضع کیں لفظابت کا نیا انداز نکلا اور بہت سے مروج الفاظ و اسالیب کو متروک کیا۔ ایک مرتبہ بنونہد کے لوگ آئے تو اثنائے گفتگو میں آنے والوں نے تعجب سے کہا "اے اللہ کے نبیؐ ہم آپ ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، ایک ہی مقام پر پرورش پائی ہے، پھر یہ کیا بات ہے کہ آپؐ ایسی عربی میں بات کرتے

اور انگلیوں کے اشارات (Gestures) سے بھی مدد لیتے۔ مثلاً دو چیزوں کا اکٹھا ہونا واضح کرنے کے لئے شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی کو ملا کر دکھاتے۔ کبھی دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم دگر آر پار کر کے مضبوطی یا جمعیت کا مفہوم نمایاں کرتے۔ کسی شئے یا سمت میں اشارہ کرنا ہوتا تو پورا ہاتھ حرکت میں لاتے۔ کبھی ٹیک لگائے ہوئے اہم معاملات پر بات کرتے تو سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ کی پشت پر رکھ کر انگلیوں میں انگلیاں ڈال لیتے۔ تعجب کے موقعوں پر ہتھیلی کو الٹ دیتے۔ کبھی سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی الٹے ہاتھ کے انگوٹھے کے اندرونی حصے پر مارتے۔ کبھی سر ہلاتے اور ہونٹوں کو دانتوں سے دباتے۔ کبھی ہاتھ کو ران پر مارتے۔

......قریش مکہ کے ایک مہذب خاندان کا یہ ممتاز فرد قبیلہ بنو سعد کی فضاؤں میں عرب کی فصیح ترین زبان سے آراستہ تو تھا ہی، وحی کی لسان مبین نے حسن گفتار کو اور بھی صیقل کر دیا

ہیں کہ جس (کی لطافتوں) کو ہم میں سے اکثر نہیں سمجھ سکتے''؟ فرمایا اور خوب فرمایا "ان اللہ عز و جل أدبني فاحسن ادبي و نشات في بني سعد بن بکر" (میری لسانی تربیت خود اللہ عز وجل نے فرمائی ہے اور میرے ذوق ادب کو خوشتر بنادیا۔ نیز میں نے قبیلہ سعد کی فصاحت آموز فضا میں پرورش پائی ہے) ایک موقع پر کسی ملاقاتی نے کیا فرمایا؟ حضورؐ نے وضاحت کی۔ اس پر جناب صدیق کہنے لگے'' میں عرب میں گھوما پھرا ہوں اور فصحائے عرب کا کلام سنا ہے۔ لیکن آپؐ سے بڑھ کر کلام فصیح کسی اور سے نہیں سنا''۔ یہاں بھی وہی بات حضورؐ فرماتے ہیں۔ "أدبني ربي ونشأت في بني سعد" اسی طرح حضرت عمرؓ ایک بار کہنے لگے۔ ''اے اللہ کے رسول ! کیا بات ہے کہ آپ فصاحت میں ہم سب سے بالاتر ہیں، حالانکہ آپؐ ہم سے کبھی الگ نہیں ہوئے''۔ فرمایا کانت لغت اسمٰعیل، قد درست فجاء نی بها جبریل وحفظنیها"

اسمٰعیل علیہ السلام کی زبان جو مٹ چکی تھی اسے جبریل مجھے تک لائے اور میرے ذہن نشین کردی۔ (ا۔ تفاصیل کے لئے ملاحظہ ہو: المواهب اللدنیه ج ا ص ۱۵۲) مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کی زبان معمولی عربی نہ تھی، بلکہ خاص پیغمبرانہ زبان تھی۔ جس کا جوڑا اسمٰعیلی زبان سے ملتا تھا اور جبرئیل جس زبان میں قرآن لاتے تھے وہ بھی پیغمبرانہ زبان تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ امر سامنے رہنا چاہئے کہ اکابر تاریخ خصوصاً انبیاء جو ایک مشن لے کر ماحول سے کشمکش کرتے ہیں اور ان میں ہر آن سچے جذبات کی موجیں اٹھتی ہیں وہ بات کرتے ہیں تو اس میں مقصد کی عظمت معنوی گہرائی پیدا کرتی ہے، مخلصانہ جذبے اسے ادبی چاشنی دیتے ہیں اور کردار کی بلندی اسے پاکیزہ بناتی ہے۔

حضورؐ کی امتیازی شان یہ تھی کہ آپؐ کو "جوامع الکلم" عطا کئے گئے تھے۔ خود فرمایا کہ "اعطیت بجوامع

الکلم" (ا۔روایت ابوہریرہ (مسلم) جوامع الکلم حضورؐ کے وہ مختصر ترین کلمے ہیں جو معنوی لحاظ سے بڑی وسعت رکھتے ہیں کم سے کم لفظوں میں زیادہ سے زیادہ معانی پیش کرنے میں سرور عالمؐ اپنی مثال آپ تھے۔ آپؐ نے اسے خصوصی عطیات رب میں شمار کیا۔

یہاں ہم مثالیں بیان کریں گے۔

(۱)"المرء مع من احب" آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہو۔

(۲)"اسلم تسلم" تم اسلام لاؤ تو سلامتی پاؤ گے۔ (۲۔نامۂ دعوت بنام ہرقل روم)

(۳)"انما الاعمال بالنیات" اعمال نیتوں پر منحصر ہیں۔

(۴)"لیس للعامل من عمله الا مانواه" کسی

عمل کرنے والے کو اپنے عمل میں بجز اس کے کچھ نہیں ملتا ہے جو کچھ کہ اس نے نیت کی ہے۔

(۵)"الولد للفراش وللعاهر الحجر" بیٹا اس کا جس کے بستر پر (گھر میں) ولادت پائے۔ اور زانی کے لئے پتھر!

(۶)"الحرب خدعة" جنگ چالوں سے لڑی جاتی ہے۔

(۷)"لیس الخبر کالمعاینة" شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔

(۸)"المجالس بالامانة" مجالس کے لئے امانت (رازداری) لازم ہے۔

(۹)"ترک الشر صدقة" برائے سے باز آنا بھی صدقہ (نیکی) ہے۔

لئے ہوئے تھا۔ بناوٹی کلام سے آپ کو بُعد تھا۔ فرمایا:

"ابعدکم منی یوم القیٰمۃ الثرثارون المتشدقون و المتفیھقون"۔

تم میں سے قیامت کے روز وہ لوگ مجھ سے انتہائی دوری پر ہوں گے جو بڑے بولنے والے باتونی اور گھمنڈ بتانے والے ہیں۔

اسی طرح آپ کو سنجیدگی اور پاکیزگی کی حدود سے نکل کر فحش کے دائرے میں داخل ہونے والی گفتگو سخت ناپسند تھی۔ حضورؐ کے چمن زار تکلم میں ہمیشہ تبسم کی شبنم لمعانی دکھائی دیتی تھی۔ سب سے بڑھ کر خندہ روئی سے آپؐ ہی کا چہرہ آراستہ رہتا تھا۔ باوجود کہ ذمہ داریوں اور مشکلات و مصائب اور ہر آن کی پریشانیوں کے خارزار در پیش تھے۔

خطابت

(۱۰) "سید القوم خادمھم" قوم کا سردار وہ ہے جو اس کی خدمت کرے۔

(۱۱) "کل ذی نعمۃ محسود" ہر نعمت پانے والے سے حسد کیا جاتا ہے۔

(۱۲) "الکلمۃ الطیبۃ صدقۃ" حسن گفتار بھی ایک صدقہ (نیکی) ہے۔

(۱۳) "من لایرحم، لایرحم." جو (مخلوق پر) خصوصاً انسانوں پر، رحم نہیں کرتا اس پر (خدا کی بارگاہ سے) رحم نہ کیا جائے گا۔

ارشادات رسالتمآب بلحاظ، بلحاظ اسلوب، بلحاظ روح بالعموم پہچانے جاتے ہیں، اور احادیث اور سیرت کے ریکارڈ میں حضورؐ کے جو اجزائے کلام ہیں، وہ موتیوں کی سی لمعانی رکھتے ہیں۔ تھوڑے الفاظ، ان کا خوش آئندہ گٹھاؤ، ان میں معنی

گہرائی، دل پر اثر کرنے والی روح اخلاص کلام نبوی کے امتیازات میں سے ہے۔ مناسب ہوگا کہ تین تین پارہ ہائے نصاحت یہاں درج کئے جائیں۔

☆ ''میں تم کو اللہ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔ نظام اجتماعی کے لئے سمع وطاعت کی تاکید کرتا ہوں...... خواہ (اسے چلانے کے لئے) کوئی حبشی غلام ہی (برسر قیادت) کیوں نہ ہو کیونکہ تم میں سے جو لوگ میرے بعد زندہ رہیں گے وہ بہت سے اختلافات سے دوچار ہوں گے۔ پس (ایسے حالات میں) تم پر لازم ہے کہ میرے طریقے اور میری ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے طریقے کو اختیار کرو۔ اس کو مضبوطی سے تھامو، اسے دانتوں سے پکڑے رکھو۔ خبردار! دین میں نئے نئے شگوفے چھوڑنے سے پرہیز کرنا کیونکہ نیا شگوفہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے''۔(۱۔ مشکوۃ۔ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)۔

☆عمرو بن عبسہ نے حضورؐ سے کچھ باتیں کیں۔ جن کے بہت ہی مختصر مگر جامع جوابات حضورؐ نے دیئے۔ اس چھوٹے سے مکالمے کو ملاحظہ کیجئے:۔

''اس دعوت وتحریک کے کام میں (ابتداءً) کون کون آپ کے ساتھ تھا''؟

''ایک مرد آزاد (مراد حضرت ابوبکرؓ) اور ایک غلام (مراد حضرت بلالؓ)''

''اسلام (کی اخلاقی حقیقت کیا ہے''؟ ...... پاکیزہ گفتار اور (بھوکوں کو) کھانا کھلانا''۔

''ایمان کا جوہر کیا ہے''؟...... ''صبر اور سخاوت''۔

''کیا اسلام افضل (معیاری) ہے''؟

''اس شخص کا جس کی زبان اور جس کے ہاتھ کی

زیادتیوں سے مسلمان محفوظ رہیں''۔

''کیسا ایمان أفضل (معیاری) ہے''؟

''جس کے ساتھ پسندیدہ اخلاق پایا جائے''۔

''کیسی نماز أفضل (معیاری) ہے''؟

''جس میں دیر تک عاجزی سے قیام کیا جائے''۔

''کیسی ہجرت أفضل (معیاری) ہے''؟

''ایسی کہ ہم ان چیزوں سے کنارہ کش ہو جاؤ جو تمہارے پروردگار کو ناپسند ہیں''۔

''کیسا جہاد أفضل (معیاری) ہے''؟

''اس شخص کا جس کا گھوڑا بھی میدان میں مارا جائے اور خود بھی شہادت پائے''۔

کونسی گھڑی (عبادت کے لئے) سب سے بڑھ کر ہے''؟

رات کا پچھلا پہر''۔(۱۔مشکوۃ کتاب الایمان)

☆ایک بار دریافت کیا گیا کہ ''انسانوں کو دوزخ تک پہنچانے کے موجبات زیادہ تر کیا ہیں''؟ فرمایا ''الفم والفرج'' (۲۔روایت ابوہریرہؓ۔ترمذی) یعنی دہن اور شرمگاہ۔ دہن سے اشارہ ہے، کلام اور طعام دو چیزوں کی طرف۔شرمگاہ سے اشارہ ہے جنسی داعیات کی طرف۔یعنی کلام کا فاسد ہونا، روزی کا ناپاک ہونا اور جنسی جذبات کا بے راہرو ہونا، انسانوں کو عاقبت کو سب سے زیادہ برباد کرنے والا ہے۔ بیشتر جھگڑے اور تصادم اور زیادتیاں اور ظلم بھی انہی خرابیوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

☆حضرت علیؓ نے ایک بار سوال کیا کہ آپؐ اپنے

ہتھیار ہے، صبر میرا لباس ہے، خدا کی رضا میری غنیمت ہے، عاجزی میرے لئے وجہ اعزاز ہے، زہد میرا پیشہ ہے، یقین میری طاقت ہے (لفظ قوت ہو تو غذا ہے) صدق میرا سفارشی ہے، طاعت میرا بچاؤ ہے۔ جہاد میرا کردار ہے۔ اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے"۔

☆ حسن تمثیل کی بے شمار زریں مثالیں آپؐ کے کلام میں محفوظ ہیں جن کی مدد سے بڑے بڑے حقائق آپؐ نے بدوؤں کے ذہن نشین کرا دیئے۔ ان میں سے یہاں ایک ہی کو لیجئے۔

"مجھے خدا نے ہدایت اور علم کا جو کچھ سرمایہ دے کر اٹھا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ زمین پر موسلا دھار بارش ہو، پھر اس زمین کا جو ٹکڑا بہت ہی زرخیز ہے اس نے پانی کو پوری طرح جذب کیا اور مرجھایا ہوا سبزہ اس سے تر و تازہ ہو گیا اور نئی

مسلک کی وضاحت کریں۔ آپؐ نے مختصر اً جس فصیح انداز سے جواب دیا اور اس جواب میں اپنے طرز فکر، اپنے کردار اور اپنی روحانیت کی جامع تصویر کھینچ دی وہ بجائے خود انسانی کلام کی تاریخ میں ایک اعجاز ہے۔ ملاحظہ ہو:۔

"المعرفة رأس مالي، والعقل اصل ديني، والحب اساسي، والشوق مركبي وذكر الله انيسي، والثقة كنزي، والحزن رفيقي، والعلم سلاحي، والصبر ردائي، والرضاء غنيمتي، والعجز فخري، والزهد حرفتي، واليقين، قوتي، والصدق شفيعي، والطاعة حبسي، والجهاد خلقي وقرة عيني في الصلوة"۔

ترجمہ: عرفان میرا سرمایہ ہے۔ عقل میرے دین کی اصل ہے، محبت میری بنیاد ہے، شوق میری سواری ہے، ذکر الٰہی میرا مونس ہے، اعتماد میرا خزانہ ہے، حزن میرا رفیق ہے، علم میرا

دیتے۔تقریر میں بعض مواقع پر والذی نفسی بیدہ یا والذی نفس محمد بیدہ۔ (قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے محمدؐ کی جان ہے) کہہ کر قسم کھاتے، لہجے میں بھی اور چہرے پر بھی دل کے حقیقی جذبات جھلکتے اور سامعین پر اثر انداز ہوتے۔اس انسانِ اعظم کے خطابات دلوں کو ہلا دیتے تھے۔ہم یہاں صرف دو مثالیں دیں گے۔حنین وطائف کے معرکہ کے بعد حضورؐ نے مالِ غنیمت تقسیم کیا۔تو مؤلفۃ القلوب کی قرآنی مد کے تحت نومسلم رؤسائے مکہ کو اس میں سے بہت سا حصہ دیا تاکہ ان کے دل مزید نرم ہوں اور وہ احسان کے رشتے سے اسلامی ریاست کے ساتھ مربوط تر ہوجائیں۔انصار کے کچھ لوگوں نے عجیب سے احساسات کی رو دوڑادی، کہا گیا کہ:۔

"رسولؐ اللہ نے قریش کو خوب انعامات دیئے اور ہمیں محروم رکھا، حالانکہ ہماری تلواروں سے اب تک خون کی بوندیں

بوٹیاں کثرت سے اُگ آئیں۔پھر زمین کا کچھ حصہ ایسا بھی تھا جس نے پانی کو اپنے اندر جمع کر رکھا اور اللہ نے اسے لوگوں کے لئے مفید بنایا۔انہوں نے اس کو پیا پلایا اور کھیتوں کو اس سے سیراب کیا۔پھر یہ پانی ایک اور قطعہ پر برسا جو چٹیل میدان تھا اور نہ اس نے پانی جمع کر کے رکھا، نہ جذب کر کے روئیدگی دکھائی۔پس اس میں ایک مثال تو ان لوگوں کی ہے جنہوں نے علم دین میں سوجھ بوجھ پیدا کی اور جو کچھ ہدایت مجھے دے کر اللہ تعالیٰ نے اٹھایا ہے اس سے اسے فائدہ پہنچا۔اس نے خود علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا۔دوسری مثال ان لوگوں کی ہے جنہوں نے اس دعوت کو سن کر سر نہیں اٹھایا اور نہ اللہ کی اس ہدایت کو قبول کیا جو میرے ذریعے بھیجی گئی ہے"۔

......آپؐ کے اندازِ گفتگو کا کوئی عنوان باندھا جاسکتا ہے تو قرآن کے اس جملے سے کہ قولو للناس حسنا۔لوگوں کو حسن تکلم سے خطاب کرو۔آپؐ کا حسنِ کلام سادگی کی شان

لئے ہوئے تھا۔ بناوٹی کلام سے آپ ؐ کو بعد تھا۔ فرمایا:

"ابعد کم منی یوم القیٰمۃ الثرثارون المتشدقون و الموتفیھقون"۔

تم میں سے قیامت کے روز وہ لوگ مجھ سے انتہائی دوری پر ہوں گے جو بڑے بولنے والے باتونی اور گھمنڈ بتانے والے ہیں۔

اسی طرح آپ ؐ کو سنجیدگی اور پاکیزگی کی حدود سے نکل کر فحش کے دائرے میں داخل ہونے والی گفتگو سخت ناپسند تھی۔ حضورؐ کے چمن زار تکلم میں ہمیشہ تبسم کی شبنم لمعانی دکھائی دیتی تھی۔ سب سے بڑھ کر خندہ روئی سے آپ ؐ ہی کا چہرہ آراستہ رہتا تھا۔ باوجود کہ ذمہ داریوں اور مشکلات ومصائب اور ہر آن کی پریشانیوں کے خارزار درپیش تھے۔

خطابت

تکلم ہی کا ایک اہم جزو خطابت ہے۔ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم ایک عظیم پیغام کے حامل تھے اور اس کے لئے خطابت ناگزیر ضرورت تھی۔ خطابت یوں بھی عربوں کی دولت تھی۔ پھر قریش تو اس صفت سے خاص طور پر مالا مال تھے۔ عرب اور قریش کے خطیبانہ ماحول سے حضورؐ بہت بلند رہے۔ فریضۂ قیادت نے جب بھی تقاضا کیا۔ آپ ؐ کی زبان کبھی نسیم سحر کی طرح، کبھی آب جو کی طرح اور کبھی تیغ برق دم کی طرح متحرک ہوجاتی۔

وعظ وتقریر کی کثرت سے آپ ؐ نے پرہیز کیا اور معاشرہ کی ضروریات اور اس کے ظرف کو دیکھ کر اعتدال سے قوت خطابت کا استعمال کیا۔ مسجد میں خطاب فرماتے تو اپنی چھڑی پر سہارا لیتے اور میدان جنگ میں تقریر فرمانا ہوتی تو کمان پر ٹیک لگاتے۔ کبھی کبھار سواری پر سے خطاب کیا ہے۔ تقریر میں جسم دائیں بائیں جھوم جاتا۔ ہاتھوں کو حسب ضرورت حرکت

دیتے۔ تقریر میں بعض مواقع پر والذی نفسی بیدہ یا والذی نفس محمد بیدہ۔ (قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے محمد کی جان ہے) کہہ کر قسم کھاتے، لہجے میں بھی اور چہرے پر بھی دل کے حقیقی جذبات جھلکتے اور سامعین پر اثر انداز ہوتے۔ اس انسان اعظم کے خطابات دلوں کو ہلا دیتے تھے۔ ہم یہاں صرف دو مثالیں دیں گے۔ حنین وطائف کے معرکہ کے بعد حضورؐ نے مال غنیمت تقسیم کیا۔ تو مؤلفۃ القلوب کی قرآنی مد کے تحت نو مسلم رؤسائے مکہ کو اس میں سے بہت سا حصہ دیا تا کہ ان کے دل مزید نرم ہوں اور وہ احسان کے رشتے سے اسلامی ریاست کے ساتھ مربوط تر ہو جائیں۔ انصار کے کچھ لوگوں نے عجیب سے احساسات کی رو دوڑا دی، کہا گیا کہ:۔

”رسول اللہؐ نے قریش کو خوب انعامات دیئے اور ہمیں محروم رکھا، حالانکہ ہماری تلواروں سے اب تک خون کی بوندیں

حضورؐ کے معرکۃ الآرا خطبے دو اور ہیں جن میں سے ایک فتح مکہ کے موقع پر اور دوسرا حجۃ الوداع کے موقع پر دیا۔ ان خطبوں کا مزاج انتہائی انقلابی ہے اور ان میں ایمان، اخلاق اور اقتدار ارجمندیوں کی گونج سنائی دیتی ہے۔ حجۃ الوداع کا خطبہ تو گویا ایک دورِ نو کے افتتاح کا اعلان ہے۔

عام سماجی رابطہ

بڑے بڑے کام کرنے والے لوگ بالعموم رابطۂ عام کے لئے وقت نہیں نکال سکتے اور نہ ہر طرف توجہ دے سکتے ہیں۔ بعض بڑے لوگوں میں خلوت پسندی اور خشکی مزاج پیدا ہو جاتی ہے اور کچھ کبر کا شکار ہو کر اپنے لئے ایک عالم بالا بنا لیتے ہیں۔ مگر حضورؐ انتہائی عظمت کے مقام پر فائز ہو کر اور تاریخ کا رخ بدلنے والے کارنامے انجام دے کر عوامی حلقوں سے پوری طرح مربوط تھے اور جماعت اور معاشرہ کے افراد سے شخصی اور

انصار کہتے جاتے تھے کہ بلاشبہ اللہ اور رسولؐ کا بہت بڑا احسان ہم پر ہے)۔

.....نہیں تم یہ جواب دو کہ اے محمدؐ! تم کو جب لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے تمہاری تصدیق کی، تم کو جب لوگوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی۔ تم جب مفلس ہو کر آئے تھے تو ہم نے ہر طرح کی مدد کی۔ تم جواب میں یہ کہتے جاؤ، اور میں یہ کہتا جاؤں گا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ لیکن اے گروہِ انصار! کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمدؐ کو لے کر اپنے گھروں کو جاؤ''۔ (ا۔ بخاری جلد دوم، ص ۶۲۰)

کلام کا اتار چڑھاؤ دیکھئے، تنجر خطابت کی اس دھار کو دیکھئے جو نازک جذبات سے صیقل کی گئی تھی، پھر اس کی روانی دیکھئے، مطالب کے موڑ دیکھئے۔ پھر یہ غور کیجئے کہ کس طرح خطیبؐ نے بالآخر مطلوبہ کیفیت سامعین میں پوری طرح

ٹپک رہی ہیں''۔

''مشکلات میں ہم یاد آتے ہیں اور حاصل غنیمت دوسرے لوگ لے جاتے ہیں''۔

یہ چرچے حضورؐ کے کانوں تک بھی پہنچے۔ ایک چرمی خیمہ نصب کیا گیا اور اس میں انصار کا اجتماع بلایا گیا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگوں نے ایسی اور ایسی باتیں کہی ہیں؟ جواب ملا کہ ''آپؐ نے جو سنا وہ صحیح ہے۔ مگر یہ باتیں ہم میں سے ذمہ دار لوگوں نے نہیں کہیں۔ کچھ نوجوانوں نے ایسے فقرے کہے ہیں۔ واقعہ کی تحقیق کے بعد آپؐ نے یہ تقریر کی:۔

''کیا یہ سچ نہیں ہے کہ پہلے تم لوگ گمراہ تھے، خدا نے میرے ذریعے سے تم کو ہدایت دی؟ تم منتشر اور پراگندہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعے سے تم کو متحد اور متفق کیا؟ تم مفلس تھے، خدا نے میرے ذریعے سے تم کو آسودہ حال کیا؟ (ہر سوال پر

ابھار دی۔ انصار بے اختیار چیخ اٹھے کہ ''ہم کو صرف محمدؐ درکار ہیں''۔

ابتدائی دورِ دعوت میں کوہِ صفا کے خطبہ کے علاوہ متعدد بار آپؐ نے قریش کے سامنے تقاریر فرمائی ہیں۔ اس دور کے ایک خطبہ کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:۔

''ان الرائد لایکذب اھلہ، واللہ لو کذبت الناس جمیعا ما کذبتکم، ولو غررت الناس جمیعا ما غررتکم، واللہ الذی لآ الہ الا ھو انی لرسول اللہ الیکم خاصۃ والی الناس کافۃ۔ واللہ لتموتن کما تنامون ولتبعثن کما تستیقظون ولتحاسبن بما تعملون ولتجزون باحسان احسانا وبالسوٓء او انھا الجنۃ ابدا او لنار ابدا''۔ (ا۔جمہرۃ الخطب، ص ۵)

ترجمہ: قافلے کا دیابان اپنے ساتھیوں کو کبھی غلط اطلاع

نہیں دیا کرتا۔ خدا کی قسم اگر (بفرضِ محال) میں اور سب لوگوں سے جھوٹ کہنے پر تیار بھی ہو جاتا تب بھی تم سے غلط بات ہرگز نہ کہتا اور اگر (بفرضِ محال) میں دوسرے تمام لوگوں کو ہلاکت و خطرہ چار کر دیتا تو بھی تم کو کبھی خطرہ میں مبتلا نہ کرتا۔ اس خدا کی قسم جس کے سواء اور کوئی الہٰ نہیں میں تمہاری طرف خصوصیت سے اور تمام انسانوں کی طرف جامع طور پر خدا کا مقرر کردہ رسول ہوں۔ بخدا تم کو لازماً تمہارے کاموں کا حساب لیا جانا ہے اور تمہیں بھلے کا بدلہ بھلا اور برے کا بدلہ برا ضرور ملنا ہے پھر یا تو ہمیشہ کے لئے جنت ہوگی یا ہمیشہ کے لئے دوزخ''۔

کیا ہی سادہ انداز بیان ہے، کتنا عقلی اور جذباتی اپیل ہے۔ داعی کی خیر خواہی ایک ایک لفظ سے ٹپکی پڑتی ہے۔ پھر یقین کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ چھوٹے سے اس خطبے میں تمثیل سے بھی کام لیا گیا ہے، توحید، رسالت اور آخرت کی بنیادی دعوت پوری طرح سموئی ہوئی ہے۔